آغا خان یونیورسٹی ایگزامینیشن بورڈ

ایچ ایس ایس سی، سال دوم، اپریل / مئی 2019 پرچہ اِسلامیات کے ای مارکنگ نکات

تعارف:

یہ دستاویز HSSC-II اسلامیات کے اساتذہ اور طلبہ کے لیے مرتّب کی گئی ہے۔ اِس میں بارھویں جماعت کے امتحانات سے ملنے والے طلبہ کے جوابات پر تاثرات شامل ہیں جو طلبہ کی خوبیوں اور کمزوریوں کو اُجاگر کرتے ہوئے جوابات کے معیار کی نشان دہی کرتے ہیں۔

اساتذہ اور طلبہ کو اس بات سے واقف ہونا چاہیے کہ ممتحن تعلیمی نصاب کے حوالے سے سوال اس طریقے سے پوچھ سکتا ہے جس میں امیدوار کو نصابی تعلیم کے دوران فراہم کی جانے والی معلومات، فہم اور مہارتوں پر مبنی جواب دینا ہوتے ہیں۔ امیدوار کو اس بات کی آگہی ہونی چاہیے کہ وہ جواب تحریر کرتے وقت سوال کے کل نمبرات اور دی گئی خالی سطور کو مدِّ نظر رکھے۔ ایک طویل مگر غیر متعلقہ جواب زیادہ نمبروں میں اضافے کا باعث نہیں ہو سکتا بلکہ سوالات حل کرنے کے لیے مطلوبہ وقت میں کمی واقع ہونے کا باعث بن سکتا ہے۔

امیدواروں کو آغا خان یونیورسٹی ایگزامینیشن بورڈ کے سلیبس میں دیے گئے کلماتِ امریہ (command words) سے واقفیت ہونی چاہیے جو عام طور پر امتحانی سوالات میں استعمال ہوتے ہیں۔ تاہم یہ لازمی نہیں کہ امتحان کا ہر سوال کسی کلمہً امریہ سے شروع ہو۔ مثلاً سوالات "کیوں"، "کیسے" یا "کس حد تک" جیسے الفاظ استعمال کر کے بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔

ای۔مارکنگ نوٹس:

اس رپورٹ میں طالبِ علموں کی ہر سوال کی کارکردگی پر عمومی تاثرات اور طالبِ علموں کے جوابات کی چند مخصوص مثالیں، جو دیے گئے تاثرات کی توجیح کرتی ہیں، شامل ہیں۔ یہ بیانیہ تاثرات ای مارکنگ سیشن سے جمع کیے گئے ہیں جو بہتر اور کمزور جوابات سے متعلق ہیں جن کی ایک ایک یا دو دو مثالیں یہاں بطور نمونہ دی گئی ہیں۔

بارھویں جماعت کا اسلامیات لازمی پیپر II **چھے** سوالات پر مشتمل ہے۔ سوال نمبر 1 کے دو جُزو (الف اور ب) ہیں جو نصاب میں شامل قرآن کے حصے سے لیے گئے ہیں۔ سوال نمبر 2 (جو کہ احادیث پر مشتمل ہے) کے بھی دو جُزو (الف اور ب) ہیں۔ سوال نمبر 3 اور 4 موضوعاتی مطالعے سے لیے گئے ہیں اور سوال نمبر 5 مسلم ثقافتوں سے لیا گیا ہے۔ جبکہ سوال نمبر 6 ERQ یعنی تفصیلی جواب کا سوال ہے۔ طلبہ نے اگرچہ ان سوالات کو بہ خوبی سمجھا اور عمدہ طریقے سے حل کیا، خاص کر طلبہ نے قرآن اور حدیث کے حصے سے لیے گئے سوالات کے عمدہ طریقے سے جوابات دیے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ سوال نمبر تین اور چار جو کہ موضوعاتی مطالعہ سے کیے گئے تھے، طلبہ ان دونوں سوالات کو عمدہ طریقے سے حل نہیں کر پائے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طلبہ نے ان SLOs کو صحیح طریقے سے نہیں پڑھا جس کی وجہ سے سوال کو سمجھنے میں مشکلات پیش آئیں۔ اس کے علاوہ تفصیلی سوالات جو کہ موضوعاتی مطالعہ (آخرت) اور سیرت النبی صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم سے لیے گئے تھے، طلبہ نے ان سوالات کو عمدہ طریقے سے حل کیا۔

تفصیلی تاثرات:

سوال نمبر1(الف)۔

وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ (سورۃ انعام: آیت نمبر 164)

دی گئی آیت میں لفظ 'وِزْرَ' کے کیا معنی ہیں؟ نیز ایک شخص اس آیت کو سمجھ کر اپنی زندگی میں اس کا اطلاق کس طرح کر سکتا ہے؟ دو نکات میں وضاحت کیجیے۔

بہتر جوابات کی صورت میں جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی کثیر تعداد نے جوابات صاف اور واضح انداز میں تحریر کیے۔ طلبہ نے لفظ "وزر" کے معنی 'بوجھ' اور 'وزن' لکھے۔ اسی طرح عملی زندگی میں اطلاق سے متعلق طلبہ نے لکھا کہ

دنیا میں جو کام کرے گا وہ اپنے بل بوتے پر کرے گا / بری صحبت سے گریز کرے گا / نیک اور صالح اعمال کرے گا / انسان اپنی فکر کرے گا کیوں کہ اسے معلوم ہو گا کہ قیامت کے دن اس کے اعمال کا کوئی بوجھ نہیں اٹھائے گا / زندگی میں تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرے گا۔ بعض طلبہ نے (اخلاقِ رزیلہ) برائیوں کے نام بھی لکھے جیسے کہ انسان کو جب اپنے اعمال کی فکر ہو گی تو جھوٹ، غیبت، منافقت، حسد، چوری، بے ایمانی اور رشوت جیسی برائیوں سے بچے گا وغیرہ وغیرہ۔

مثال:

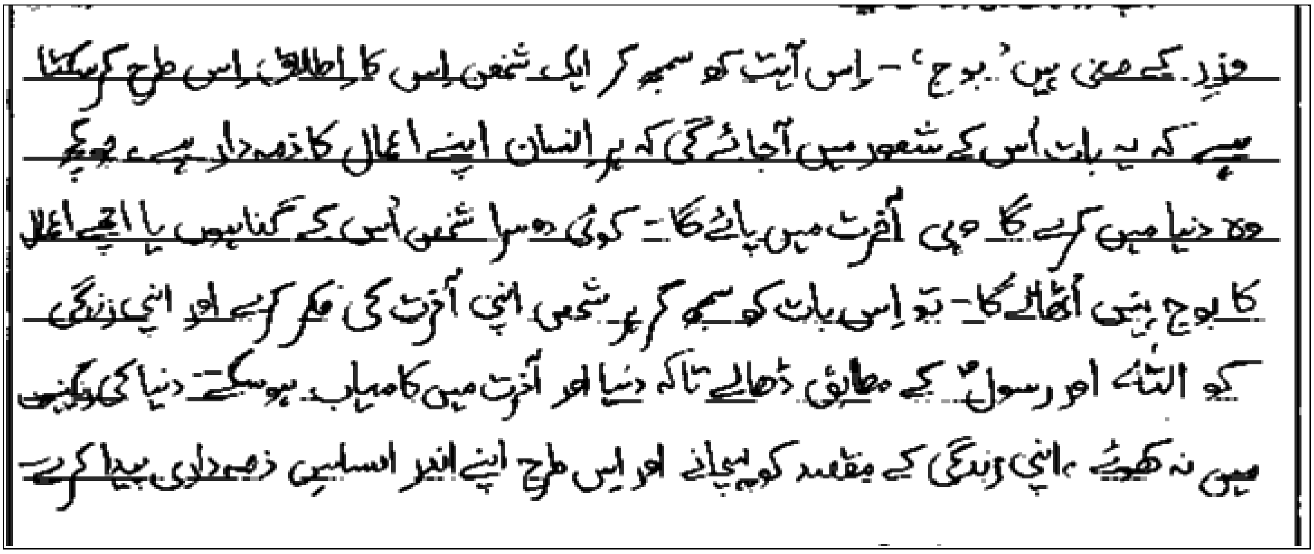
وزر کے معنی ہیں 'بوجھ' - اس آیت کو سمجھ کر ایک شخص اس کا اطلاق اس طرح کر سکتا ہے کہ یہ بات اس کے شعور میں آجائے گی کہ ہر انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے جو کچھ وہ دنیا میں کرے گا وہی آخرت میں پائے گا۔ کوئی دوسرا شخص اس کے گناہوں یا اچھے اعمال کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ تو اس بات کو سمجھ کر ہر شخص اپنی آخرت کی فکر کرے اور اپنی زندگی کو اللہ اور رسول ﷺ کے مطابق ڈھالے تاکہ دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو سکے۔ دنیا کی رنگینی میں نہ کھوئے، اپنی زندگی کے مقصد کو پہچانے اور اس طرح اپنے اندر احساسِ ذمہ داری پیدا کرے

ناقص جوابات کی صورت میں جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

بعض طلبہ دیے گئے سوال میں حدیث کو ہی نہیں سمجھ سکے جس کی وجہ سے پوچھے گئے لفظ' وزر' کے معنی اور عملی زندگی میں اطلاق دونوں کو ہی نہیں لکھ سکے۔ مثلاً: طلبہ نے لفظ 'وزر' کے معنی سیدھی بات، نیکی، برائی کو لکھا۔ اسی طرح عملی زندگی میں طلبہ نے لکھا کہ سیدھی بات کرنے کی تلقین کریں / حقوق اللہ اور حقوق العباد میں سچائی کی راہ اختیار کریں۔ بعض طلبہ نے اس حدیث کو نیت سے متعلق سمجھا اور لکھا کہ عملی زندگی میں نیت کا بڑا عمل دخل ہے / اچھے اعمال اس وقت کرے گا جب نیت اچھی ہو گی وغیرہ وغیرہ

اس طرح کے نکات اس بات کا ثبوت ہیں کہ طلبہ کی حدیث سے بالکل ناواقفیت تھی جس کی وجہ سے پورے سوال میں غلطی کر بیٹھے۔

مثال:

درج بالا آیت میں وِزر کے معنی سیدھی بات کے ہیں ۔ اِس آیت میں مسلمانوں کو یہ تلقین
کی گئی ہے کہ وہ سیدھی بات کریں اور اللہ سے ڈریں۔ یعنی مسلمانوں کو تقوی و پرہیزگاری کا
حکم دیا گیا ہے ۔① اگر ہم اپنی روز مرّہ کی زندگی میں برائیوں سے بچیں ، اللہ کی بندگی
سچی نیت اور خلوص کے ساتھ کریں تو ہم تقویٰ اور پرہیزگاری میں کامیاب ہو سکتے
ہیں ۔② اس کے ساتھ ساتھ اگر حقوق العباد اور حقوق اللہ سمیت ارکانِ اسلام کو
پورا کریں ، صبر ، شکر ، مساوات اور بھائی چارے سے کام لیں تو تقویٰ کی اعلیٰ مثال بن سکتے ہیں۔

سوال نمبر 1 (ب)۔
نماز پڑھنے سے انسان میں کس قسم کی خوبیاں پیدا ہوتی ہیں؟ **تین نکات میں تحریر کیجیے۔**

بہتر جوابات کی صورت میں جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

اکثر طلبہ نے اس سوال کو بہ خوبی سمجھا اور اپنی معلومات کی روشنی میں وہ تمام باتیں مکمل اور صحیح انداز میں تحریر کیں جو اس سوال میں پوچھی گئی تھیں۔ ہر نکتہ سوال کے عین مطابق تھا مثلاً: طلبہ نے لکھا کہ نماز کی ادائیگی سے انسان برائیوں سے بچتا ہے / وقت کا پابند ہوتا ہے / خدا کی بندگی کرتا ہے / زندگی میں سکون آجاتا ہے / اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے / اپنے ہر عمل میں یکسو ہو جاتا ہے / انسان کا ظاہر اور باطن صاف ہو جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

مثال:

> ۵ وقت کی ادائیگی نماز سے انسان میں مثبت تبدیلیاں رونما ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور
> اس میں مندرجہ ذیل خوبیاں پیدا ہوتی ہیں۔ (۱) کاہلی اور سستی سے نجات:- ۵ وقت کی نماز وقت
> پر پڑھنے سے کاہلی اور سستی سے نجات ملتی ہے کیونکہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہوتا ہے۔
> (۲) گناہوں سے دوری:- دن میں ۵ مرتبہ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے انسان گناہوں سے بچتا
> ہے کہ ابھی وہ نیک عمل سے لوٹا ہے۔ (۳) تندرستی:- نماز سے ایک طرح کی ورزش بھی ہوتی ہے اور خون کی
> روانی بھی ہوتی ہے اسلیے انسان تندرست رہتا ہے۔ (۴) سکون:- اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور زندگی پرسکون ہو جاتی

ناقص جوابات کی صورت میں جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

بہت ہی قلیل تعداد طلبہ کی ایسی بھی تھی جو سوال کو صحیح طور پر سمجھ نہیں سکی اور انہوں نے صرف خانہ پوری کے لئے ایسے نکات لکھے جن کا پوچھے گئے سوال سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ مثلاً: طلبہ نے لکھا کہ انسان ایک دوسرے کی مدد کرے گا / انسان اچھے کام کرے گا / غریبوں کی مدد کرے گا / زکوٰۃ ادا کرے گا / حج کرے گ / چوری نہیں کرے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح کے نکات اس بات کا ثبوت ہے کہ طلبہ میں مطالعہ کی کمی تھی جس کی وجہ سے ایک آسان سوال کو صحیح طرح سمجھ نہیں سکے۔

مثال:

> نماز پڑھنے سے انسان میں اس قسم کی خوبیاں پیدا ہوتی ہے۔
> ۱) نماز پڑھنے سے انسان اللہ تعالیٰ سے قریب ہو جاتا ہے اور
> اچھا کام کرتا ہے۔
> ۲) نماز پڑھنے سے انسان کے دل میں اللہ کا ڈر ہوتا ہے اس کی
> وجہ سے وہ اچھے کام کرتا ہے
> ۳) نماز پڑھنے سے انسان کو پتا ہوتا ہے کہ اللہ اس کے
> ساتھ ہے ہر وقت۔ تو وہ اپنا ہر کام اچھے سے کرتا ہے۔

سوال نمبر2(الف)۔

اَلْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ كَالْجَسَدِ الْوَاحِدِ إِنِ اشْتَكَى شَيْئاً مِنْهُ وَجَدَ أَلَمَ ذَلِكَ فِي سَائِرِ جَسَدِهِ (حدیث نمبر 10)

اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے بتایئے کہ اس پر عمل کرنے سے مسلمانوں کی اجتماعی زندگیوں پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟ **تین** نکات میں وضاحت کیجیے۔

بہتر جوابات کی صورت میں جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی کثیر تعداد نے اپنے جوابات حدیث کے مطابق سوال کو بہ خوبی سمجھ کر تحریر کیے۔ اور طلبہ نے اس حدیث کی باریکی کو سمجھ کر اجتماعی زندگیوں پر اثرات کو واضح طریقے سے لکھا۔ مثلاً: طلبہ نے لکھا کہ اس حدیث پر عمل کرنے سے مسلمانوں میں اتحاد قائم ہوگا / بحیثیت قوم جو بھی مشکلات ہوں گی ان کا سامنا کریں گے / ایک دوسرے کا درد محسوس کریں گے، وغیرہ۔

مثال:

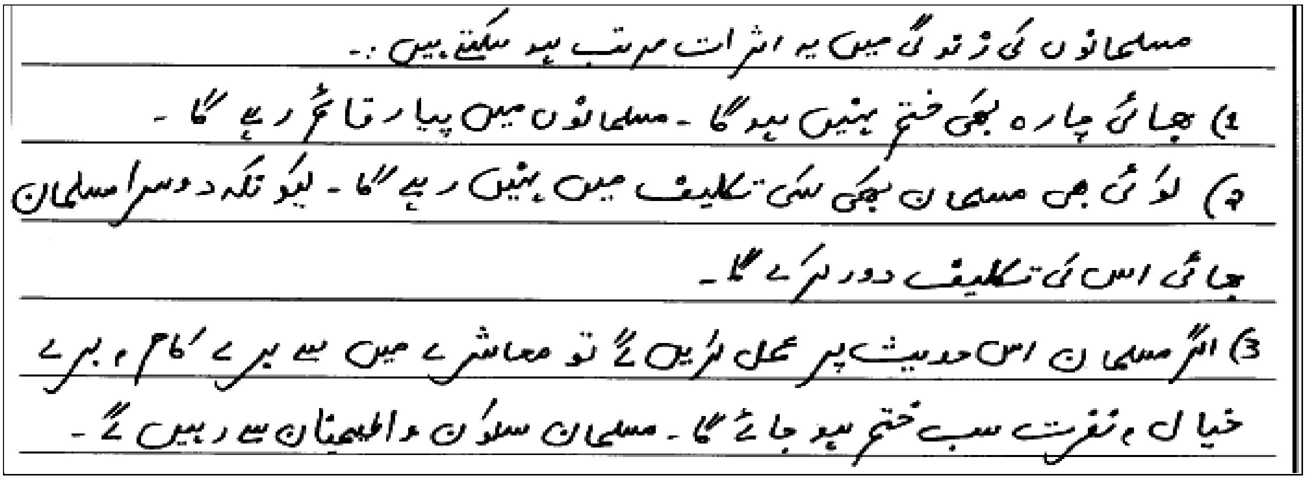
مسلمانوں کی زندگی میں یہ اثرات مرتب ہو سکتے ہیں :-
1) بھائی چارہ بھی ختم نہیں ہوگا۔ مسلمانوں میں پیار قائم رہے گا۔
2) کوئی بھی مسلمان بھی کسی تکلیف میں نہیں رہے گا۔ کیونکہ دوسرا مسلمان بھائی اس کی تکلیف دور کرے گا۔
3) اگر مسلمان اس حدیث پر عمل کریں گے تو معاشرے میں سے برے کام، برے خیال، نفرت سب ختم ہو جائے گا۔ مسلمان سکون و اطمینان سے رہیں گے۔

ناقص جوابات کی صورت میں جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

بعض طلبہ کے جوابات پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ حدیث کی اہمیت سے بالکل ناواقف ہیں۔ ایسا محسوس ہوا کہ طلبہ نے عربی عبارت کو سمجھا نہیں مثلاً: لکھا گیا کہ مسلمان چوری نہیں کریں گے / ایک دوسرے کے جان کے دشمن نہیں ہوں گے / ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر کوئی حق نہیں کہ وہ اس کا کچھ لے، وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح کے نکات اس بات کا ثبوت ہیں کہ طلبہ حدیث کو نہیں سمجھ سکے جس کی وجہ سے لکھے گئے نکات میں کچھ نہ کچھ کمی رہ گئی۔

مثال 1:

اس حدیث پر عمل کرنے والا انسان کبھی کسی کی کوئی چیز نہیں چوری کرے گا
اور مسلمان چوری نہیں کریں گے اور آپس میں گھل مل کر رہیں گے۔
سب مسلمان برابر ہو جائیں گے کوئی دوسرے کو کمتر نہیں سمجھے گا اور کوئی کسی سے افضل
نہیں ہوگا۔
اس سے لوگ دکھاوا کرنا چھوڑ دیں گے کیونکہ کسی انسان کو دوسرے انسان سے
کوئی خاص توجہ نہیں ہوگی۔

مثال 2:

۱) مندرجہ ذیل حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ ایک مومن کی
کسی چیز پر دوسرے مومن کا کوئی حق نہیں۔
۲) اس سے مسلمانوں کی زندگی پر یہ اثرات ہونگے کہ لوگ/مسلمان آپس
میں ایک دوسرے کو جانی یا مالی نقصان پہنچنے سے ڈرینگے۔
۳)

سوال نمبر2(ب)۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسانوں کے نیک یا بد اعمال میں نیت کی کیا اہمیت ہے؟ **تین** نکات میں تحریر کیجیے۔

بہتر جوابات کی صورت میں جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی کثیر تعداد ایسی تھی جنہوں نے سوال کو مکمل طور پر سمجھا اور جوابات واضح انداز میں درست اور مفصّل تحریر کیے گئے۔ مثلاً: طلبہ نے لکھا کہ انسان جو بھی اعمال کرتا ہے اس میں نیت کا بڑا عمل دخل ہے جیسے کوئی نیکی کرتا ہے اور وہ نیکی محض دکھلاوے کے لیے کرے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں / انسان کے تمام اعمال اس کی نیت کے مطابق ہوتے ہیں / بد نیتی سے انسان میں اخلاقِ رزیلہ جنم لیتے ہیں / نیت ہی کی وجہ سے صالح اور بد اعمال میں فرق پتہ چلتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

جوابات کے متون عمدہ اور سوال کے عین مطابق تھے۔

مثال:

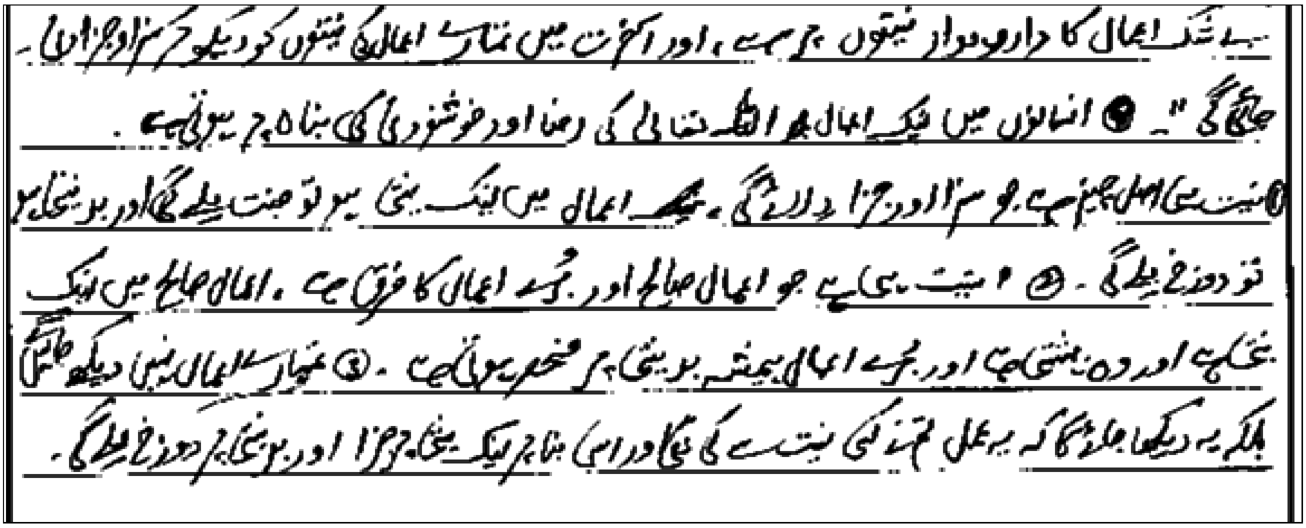
بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور آخرت میں ہمارے اعمال کی نیتوں کو دیکھ کر سزا و جزا دی جائے گی"۔ ② انسانوں میں نیک اعمال جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی بناء پر ہوتے ہیں۔ ③ نیت سے اعمال جانچے جائیں گے جو سزا اور جزا دلائیں گی۔ جیسے اعمال میں نیک نیتی ہو تو جنت ملے گی اور بد نیتی ہو تو دوزخ ملے گی۔ ④ نیت ہی ہے جو اعمال صالح اور برے اعمال کا فرق ہے۔ اعمال صالح میں نیک نیتی ہے اور وہ جنتی ہے اور برے اعمال ہمیشہ بد نیتی پر منحصر ہوتے ہیں۔ ⑤ ہمارے اعمال نہیں دیکھے جائیں گے بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ یہ عمل تم نے کس نیت سے کیا اور اسی بنا پر نیک نیتی پر جزا اور بد نیتی پر دوزخ ملے گی۔

ناقص جوابات کی صورت میں جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی قلیل تعداد کے جوابات کمزور جوابات کی مثالیں اس بنا پر قرار پائیں کہ اُن میں طلبہ نے سوال کو سمجھے بغیر جوابات تحریر کیے جیسے کہ طلبہ نے لکھا کہ نیت سچائی کی طرف لے کر جاتی ہے / مومن، مومن کا بھائی ہے / سب مسلمان نیتوں میں برابر ہیں / اللہ کے نزدیک سب کی نیت ایک جیسی ہوتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کے نکات سے معلوم ہوا کہ طلبہ جواب میں صرف لفظ 'نیت' لے کر آئے اور اس کی وضاحت پوچھے گئے سوال کی نوعیت سے بالکل مختلف تھی۔

مثال:

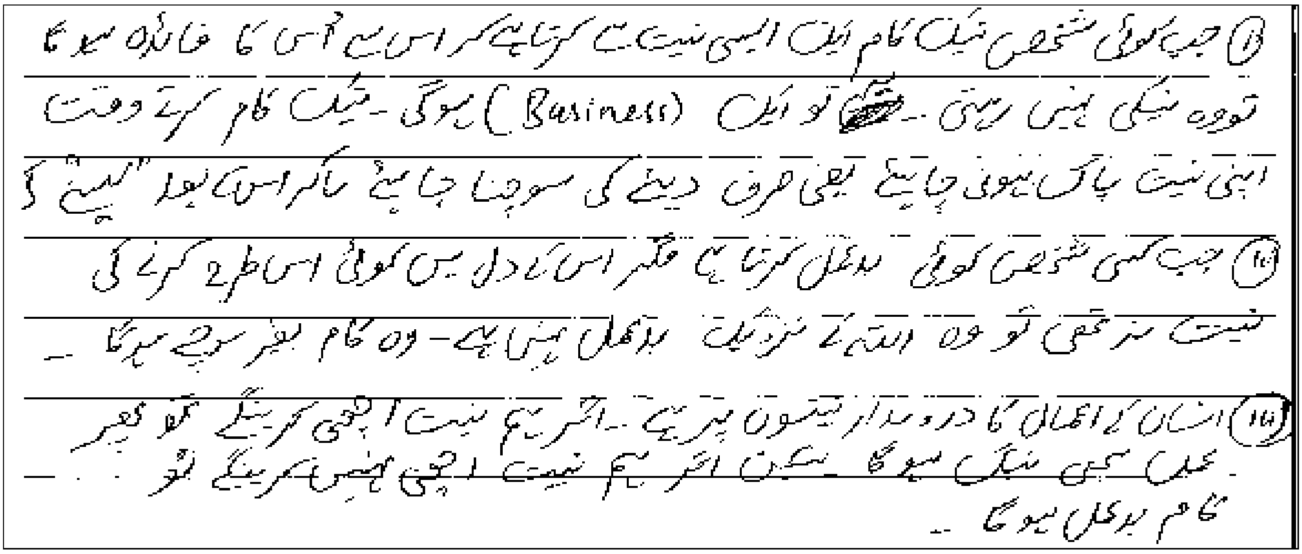
① جب کوئی شخص نیک کام ایک ایسی نیت سے کرتا ہے کہ اس سے اس کا فائدہ ہو گا تو وہ نیکی نہیں رہتی۔ پھر تو ایک (Business) ہو گی۔ نیک کام کرتے وقت اپنی نیت پاک ہونی چاہیئے یعنی صرف دینے کی سوچنا چاہیئے نا کہ اس کے بعد لینے کا۔ ② جب کسی شخص کوئی بد عمل کرتا ہے مگر اس کے دل میں کوئی اس طرح کرنے کی نیت نہ تھی تو وہ اللہ کے نزدیک بد عمل نہیں ہے۔ وہ کام بغیر سوچے ہو گا۔ ③ انسان کے اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اگر ہم نیت اچھی کریں گے تو پھر عمل بھی نیک ہو گا لیکن اگر ہم نیت اچھی نہیں کریں گے تو کام بد عمل ہو گا۔

سوال نمبر 3۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم پر مختلف ذمہ داریاں عائد کی ہیں جن میں: تلاوتِ آیات، تزکیہ کرنا، کتاب کی تعلیم دینا، حکمت کی تعلیم دینا، بشارت کرانااور انذار کرانا شامل ہیں۔ ان میں سے کسی **چار** کی وضاحت کیجیے۔

بہتر جوابات کی صورت میں جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی اک درمیانی تعداد نے اس سوال کو بخوبی سمجھا اور حضور صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم پر جن ذمہ داریوں کے بارے میں پوچھا گیا تھا اس کی بالکل صحیح وضاحت کی۔ مثلاً: طلبہ نے لکھا کہ تلاوتِ آیات سے مراد حضور صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم پر جب کوئی وحی نازل ہوتی تو آپ پہلے اپنے گھر والوں کو سناتے پھر باہر جا کر صحابہ کو سناتے یہاں تک کہ کفار کے سامنے بھی ان آیات کی تلاوت کرتے۔ تزکیہ سے متعلق طلبہ نے لکھا کہ تزکیہ سے مراد حضور صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم لوگوں کے ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کو بھی صاف کرواتے۔ کتاب کی تعلیم سے مراد شریعت کی تعلیم، حکمت کی تعلیم سے مراد دانائی اور اخلاق وبشارت سے مراد حضور صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نیکوکار لوگوں کے لیے جنت کی خوشخبریاں دیتے تھے۔ انذار سے مراد آپ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم لوگوں کو اللہ کے عذاب سے متنبّہ کرتے۔

مثال 1:

1۔ کتاب کی تعلیم دینا: آنحضرت ﷺ کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ اللہ کی کتاب انسانوں کو پڑھ کر سنائیں اور ان کی تعلیمات کو لوگوں کو کھول کر بتائیں اور اللہ نے انسان کو کس چیز کا حکم دیا ہے اور اس کو کیسے کرنا ہے۔

2۔ بشارت کرانا یعنی آپ ﷺ کی یہ ذمہ داری تھی کہ آپ ان لوگوں کو جنت کی بشارت دیں جو نیک اعمال کرتے ہیں۔

3۔ انذار کرانا: اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو جہنم کے عذاب سے ڈرائیں جو گناہ کرتے ہیں۔

4۔ حکمت کی تعلیم دینا: آپ ﷺ کی یہ ذمہ داری تھی کہ آپ ﷺ انسانوں کو حکمت اور عقل کی باتوں سے آشنا کریں اور ان کو اس کی تلقین کریں۔

مثال2 :

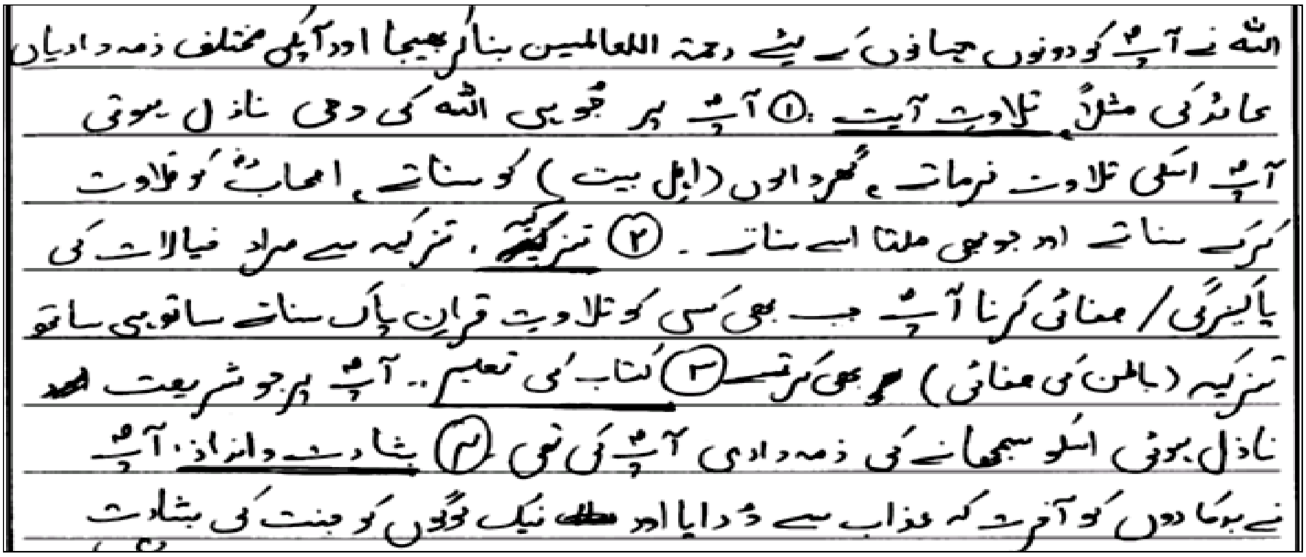
اللہ نے آپؐ کو دونوں جہانوں کے لیے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا اور آپکی مختلف ذمہ داریاں
عائد کی مثلاً تلاوت آیت: ① آپؐ پر جو بھی اللہ کی وحی نازل ہوتی
آپؐ اسکی تلاوت فرماتے، محرموں (اہل بیت) کو سناتے، اصحابؓ کو تلاوت
کرکے سناتے اور جو بھی ملتا اسے سناتے۔ ② تزکیہ، تزکیہ سے مراد خیالات کی
پاکیزگی / صفائی کرنا آپؐ جب بھی کسی کو تلاوت قرآن پاک سناتے ساتھ ہی ساتھ
تزکیہ (باطن کی صفائی) بھی کرتے ③ کتاب کی تعلیم:۔ آپؐ پر جو شریعت
نازل ہوئی اسکو سمجھانے کی ذمہ داری آپؐ کی تھی ④ بشارت و انذار: آپؐ
نے ہمارے کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا اور نیک لوگوں کو جنت کی بشارت

ناقص جوابات کی صورت میں جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی درمیانی تعداد زیادہ تر پوچھی گئی اصطلاحات کو نہیں سمجھ سکی جس کی وجہ سے سوال کو درست طور پر حل نہیں کر سکے۔ مثلاً: بعض طلبہ نے حضور صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی سیرت سے متعلق لکھا کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں / آپ عاجزی و انکساری کا پیکر تھے۔ اسی طرح بعض طلبہ نے تلاوت سے مراد صرف یہ لکھا کہ تلفظ کی صحیح ادائیگی کے لیے آپ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم تلاوت کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکمت سے مراد طلبہ نے علم طب مراد لیا اور بشارت سے مراد طلبہ نے شریعت کی تعلیم مراد لی ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان جوابات سے واضح ہوتا ہے کہ طلبہ دی گئی اصطلاحات درست طور پر نہیں سمجھ سکے۔

مثال:

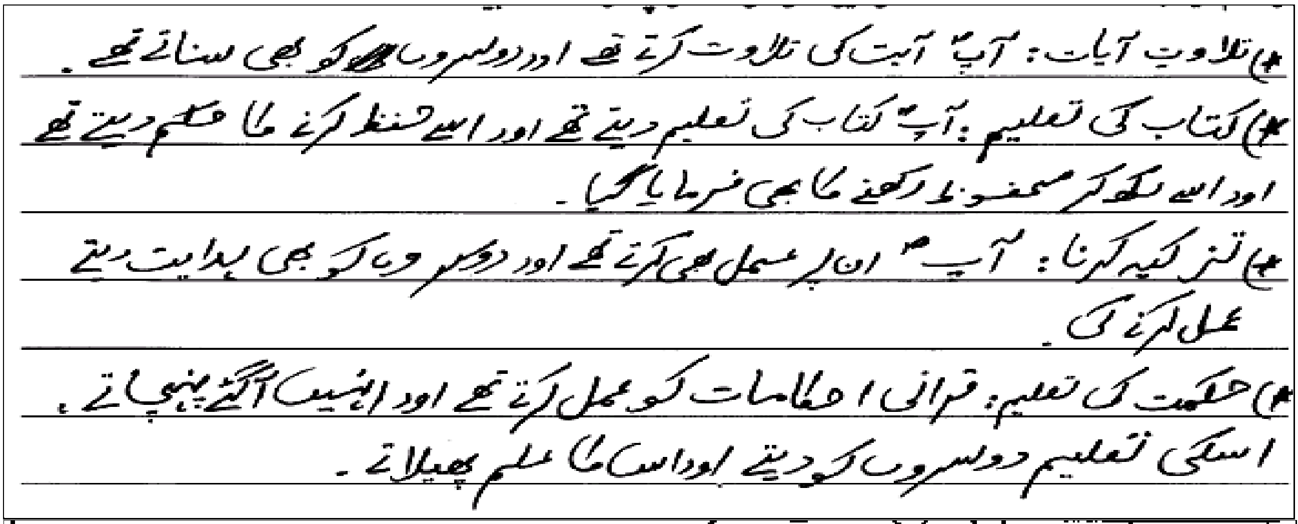
۱) تلاوت آیات: آپؐ آیت کی تلاوت کرتے تھے اور دوسروں کو بھی سناتے تھے۔
۲) کتاب کی تعلیم: آپؐ کتاب کی تعلیم دیتے تھے اور اسے حفظ کرنے کا حکم دیتے تھے
اور اسے لکھ کر محفوظ رکھنے کا بھی فرمایا گیا۔
۳) تزکیہ کرنا: آپؐ ان پر عمل بھی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی ہدایت دیتے
عمل کرنے کی۔
۴) حکمت کی تعلیم: قرآنی احکامات کو عمل کرتے تھے اور انہیں آگے پہنچاتے۔
اسکی تعلیم دوسروں کو دیتے اور اس کا علم پھیلاتے۔

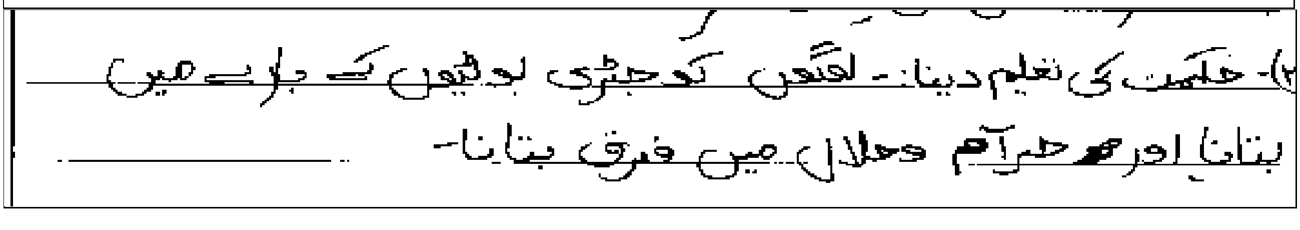
۲)- حکمت کی تعلیم دینا- لوگوں کو جڑی بوٹیوں کے بارے میں
بتانا اور حرام و حلال میں فرق بتانا-

سوال نمبر4۔

دورِ ابراہیمی میں خانہ کعبہ کی تعمیرِ نو سے لے کر حضور صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی پیدائش تک مناسکِ حج میں کیا تبدیلیاں آئیں؟ **چار** نکات میں وضاحت کیجیے۔

یہ سوال موضوعاتی مطالعہ کے SLO No. 3.9.2 'قرآن کی روشنی میں حج کا تاریخی پسِ منظر' سے لیا گیا تھا۔ بہ طور استاد جب ہم حج کے تاریخی پس منظر کے حوالے سے طلبہ کو پڑھاتے ہیں تو تمام چیزوں کا احاطہ کرتے ہیں، جیسے عبادت کے لیے بنایا گیا پہلا گھر (سورہ آل عمران: ۹۶) ۔جب ہم خانہ کعبہ کی بات کرتے ہیں تو اس کی تمام تفصیلات طلبہ کو بتاتے ہیں ، جیسے اس کی تعمیر (البقرۃ: ۱۲۷۔۱۲۸)۔اب ظاہر ہے کہ اس کی تعمیر حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ نے کی تو یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کی صحیح معنوں میں ابتدا دورِ ابراہیمؑ سے ہوئی ۔اسی طرح صفاو مروہ اللہ کی نشانیاں (البقرۃ: ۱۵۶) ہیں تو طلبہ میں یہ بات بھی واضح کرتے ہیں کہ یہاں سعی کیوں کی جاتی ہے۔اسی طرح لباس کو اللہ تعالیٰ نے زینت کہا ہے جب کہ قریش مکہ برہنہ طواف کیا کرتے تھے۔لوگوں کی اللہ کے ذکر کے بہ جائے قصیدہ خوانی اور حج کو تجارتی مرکز بنانا، شیطان کو کنکریاں مارنا، حجرِ اسود کو چومنا، وغیرہ شامل ہے۔ طلبہ کو جب قرآن کی روشنی میں حج کی تمام تفصیلات بیان کی جائیں گی تو طلبہ کے اذہان میں حج کی تاریخ، مناسک اور ارکان اور ان میں قریش کی جانب سے کی گئی تبدیلیاں سب واضح ہو جائیں گی۔

بہتر جوابات کی صورت میں جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی قلیل تعداد نے اس سوال کو صحیح طور پر سمجھا اور حضور صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی پیدائش تک جو مناسک حج میں تبدیلیاں واقع ہوئیں، انہیں درست طور پر لکھا۔ مثلاً: طلبہ نے لکھا کہ خانہ کعبہ میں ۳۶۰ بت رکھ دیے تھے / طواف برہنہ ہوتا تھا/ صفاو مروہ پر سعی نہیں کی جاتی تھی / اسی طرح منیٰ کو قیام حج کا حصہ بنایا/ شیطان کو کنکریاں مارنا دور ابراہیمی میں نہیں تھا / اہل مکہ طواف کرتے وقت سیٹیاں بجاتے تھے / بتوں اور جانوروں کے نام پر قربانیاں کرتے تھے۔اسی طرح حج کے موقع پر لوگ کاروبار کیا کرتے تھے / اللہ کو یاد کرنے کے بجائے اپنے آباء واجداد کا ذکر کرتے تھے، وغیرہ وغیرہ۔

مثال 1:

(1) حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کری اور اہل ایمان کو اس کی عبادت کرنے کا اللہ کے حکم سے بولا۔ دورِ ابراہیمی
میں صفا مروا کی پہاڑیوں کے درمیان سات چکر لگانا مناسکِ حج کا نہیں تھا لیکن بعد میں حضرت ہاجرہ کی محنت
کی یاد دہانی کے لیے یہ سات چکر حج کا حصہ بنے (2) حضرت ابراہیمؑ کے دور میں منیٰ میں قیام بھی ارکانِ حج
میں پہلے تھا پھر منیٰ میں قیام کو حج کا حصہ بنایا۔ (3) خانۂ کعبہ کی تعمیرِ نو کے بعد شیطان کو کنکریاں
مارنا (رمی) حج کا حصہ نہ تھا۔ بعد ازاں شیطان کو کنکریاں مارنا مناسکِ حج قرار پایا۔ (4) دورِ
ابراہیمی میں ~~مناسکِ حج میں یہ شامل نہ تھا کہ~~ لوگ خانہ کعبہ کا طواف، اور عبادت ہی حج تصور
کیا جاتا تھا۔ قربانی بھی حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی یاد میں کی جانے لگی۔ مختصر یہ کہ دورِ ابراہیمی میں
خانہ کعبہ کی تعمیرِ نو سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش تک مناسکِ حج میں کئی تبدیلیاں آئیں۔

مثال 2:

1) منیٰ کے قیام کے دوران قربانی نہیں کی جاتی تھی۔ اور نہ ہی
بال منڈوائے یا کٹوائے جاتے تھے۔
2) رمی جمرات کو کنکریاں نہیں ماری جاتی تھیں۔
3) احرام نہیں باندھے جاتے تھے۔
4) طواف کرتے وقت سیٹیاں بجائی جاتی تھیں جو کہ اب نہیں
بجائی جائیں۔
5) صفا و مروا کے درمیان چکر نہیں لگاتے تھے۔
6) اپنے ہی بنائے ہوئے بتوں کو کعبے کے اندر رکھ کر طواف کرتے
تھے۔

ناقص جوابات کی صورت میں جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی ایک کثیر تعداد نے سوال کو صحیح طور پر نہیں سمجھا جس کی وجہ سے طلبہ سوال کا جواب درست طور پر نہ لکھ سکے۔ زیادہ تر طلبہ اس سوال کو صرف مناسکِ حج تک لے گئے اور تمام نکات مناسکِ حج سے متعلق لکھے۔ مثلاً طلبہ نے لکھا کہ پہلے نیت کی جاتی ہے، پھر احرام پہنا جاتا ہے، پھر ۸ ذوالحجہ کو حاجی منیٰ میں قیام کرتے ہیں۔ اسی طرح عرفات، مزدلفہ، طواف یہ سب مناسکِ حج میں شامل ہیں۔ ان نکات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ طلبہ نے سوال کو مکمل طور پر نہیں پڑھا یا پھر طلبہ نے قرآن کی روشنی میں حج کے تاریخی پس منظر کو نہیں پڑھا۔

مثال:

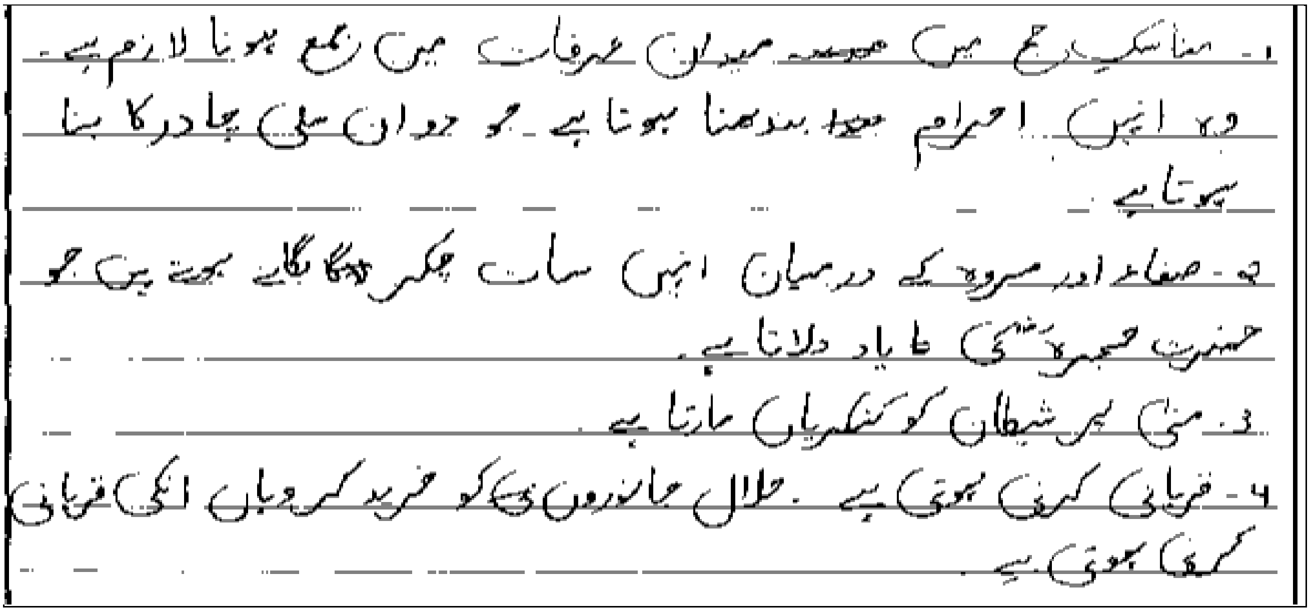
۱۔ مناسکِ حج میں میدان عرفات میں جمع ہونا لازم ہے۔
۲۔ اس میں احرام جو بندھنا ہوتا ہے۔ جو دو ان سلی چادر کا بنا ہوتا ہے۔
۳۔ صفا اور مروہ کے درمیان اس میں سات چکر لگانے ہوتے ہیں جو حضرت حاجرہ کی کا یاد دلاتا ہے۔
۳۔ منیٰ میں شیطان کو کنکریاں مارتا ہے۔
۴۔ قربانی کرنی ہوتی ہے۔ حلال جانوروں کو خرید کر وہاں انکی قربانی کرنی ہوتی ہے۔

سوال نمبر 5۔

اسلامی فنِ تعمیر کے حوالے سے ’مقرنس‘ ’بارہ دری‘ اور ’میناکاری‘ کی وضاحت کیجیے۔

بہتر جوابات کی صورت میں جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ نے اس سوال کو بہ خوبی سمجھا اور فنِ تعمیر سے متعلق پوچھی گئی اصطلاحات کی صحیح طور پر وضاحت کی ۔ مثلاً: طلبہ نے مقرنس سے متعلق لکھا کہ عموماً مساجد کے گنبد پر سیڑھیوں کی مانند نقشے بنائے جاتے ہیں جو پگڑی کی مانند لگتے ہیں۔ بارہ دری سے متعلق طلبہ نے لکھا کہ بارہ دری سے مراد بارہ در ہیں، یہ مغلیہ دور میں بنائی گئی عمارتوں میں بنائے جاتے تھے تاکہ سورج کی روشنی اور ہوا آسانی سے آسکے۔ میناکاری سے مراد لکڑیوں، شیشوں، پتھروں پر باریک بینی سے نقش و نگاری، بیل بوٹیاں وغیرہ۔

مثال:

① مقرنس: مقرنس کو جیومیٹری بھی کہتے ہیں۔ یہ اسلامی فنِ تعمیر کی ایک اہم خصوصیت ہے جس
میں مختلف قسم کے نقش و نگار بنائے جاتے ہیں۔ مثلاً عموماً مساجد اور مزاروں میں گول سیڑھیوں
کی مانند نقش بنائے جاتے ہیں جو پگڑی کی مانند لگتے ہیں اس میں بہت باریک بینی سے نقوش بنائے جاتے ہیں
② بارہ دری: اس سے مراد ہے بارہ یا اس سے زائد دروازے اس کی بدولت اسلامی تعمیرات ہوادار ہوتی
ہیں اور سورج کی روشنی بھی باآسانی اندر داخل ہو سکتی ہے۔ ③ مینا کاری: اس سے مراد ہے نقش
بنانا اور انکو مختلف رنگوں سے بھرنا۔ یہ بھی اسلامی تعمیرات کی اہم خصوصیت ہے۔ ایرانی تعمیرات باشندے
اس فن میں مہارت رکھتے ہیں۔

ناقص جوابات کی صورت میں جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی قلیل تعداد فنِ تعمیر سے متعلق پوچھی گئی اصطلاحات کو نہیں سمجھ سکی۔ طلبہ نے اصطلاحات کے بجائے فنِ تعمیر کی خصوصیات لکھیں۔ یا پھر ان اصطلاحات کی غلط وضاحت لکھی۔ مثلاً: بارہ دری سے متعلق لکھا کہ اس سے مراد نقش و نگاری ہے۔ یا بارہ دری سے مراد کپڑوں پر نمونے بنوانا۔ مقرنس سے مراد عمارتوں پر خوب صورت نمونے وغیرہ۔

مثال:

مقرنس: عمارتوں پر خوبصورتی سے الگ الگ طریقہ سے نمونے (Pattern) تعمیر کرنا مقرنس کہلاتا ہے۔
میناکاری: مٹی اور شیشے کے برتنوں پر خوبصورتی سے پینٹنگ کرنا میناکاری کہلاتا ہے۔
بارہ دری: کپڑوں پر الگ الگ نمونہ تعمیر کرنا اور ان پر پینٹنگ کرنا بارہ دری کہلاتا ہے۔

سوال نمبر 6 کے دو حصے تھے حصہ 'الف' 'رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی سیرتِ طیبہ' سے **متعلق** جب کہ حصہ 'ب' 'آخرت' سے **متعلق** تھا۔ طلبہ کی کثیر تعداد نے حصہ 'الف' یعنی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی سیرت النبی (رحمۃ للعالمین) **متعلق** سوال کی وضاحت کی۔

سوال نمبر 6 (الف)۔ رحمۃ للعالمین کے کیا معنی ہیں؟ نیز آپ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی رحمت کے مختلف پہلوؤں، مثلاً بہ حیثیتِ سپہ سالار، بہ حیثیتِ سیاسی راہنما، بہ حیثیتِ معلّم اور بہ حیثیتِ منصف میں سے کسی **تین** کی وضاحت مثالوں سے کیجیے۔

بہتر جوابات کی صورت میں جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

اکثر طلبہ نے بڑی فصاحت سے سوال کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بہترین جواب تحریر کیے اور حضور صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی رحمت کے پوچھے گئے پہلوؤں کی وضاحت بہترین انداز میں کی۔ مثلاً: طلبہ نے لکھا کہ رحمۃ للعالمین کے معنی تمام جہانوں کے لیے رحمت لکھا۔ اسی طرح بہ حیثیتِ سپہ سالار آپ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم غزوات میں سب سے آگے ہوتے تھے۔ جیسے کہ بدر، اُحد، خندق، اور حنین وغیرہ۔ اسی طرح بہ حیثیت سیاسی رہنما آپ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم صحابہؓ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضور صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے تمام ملکوں سے تجارتی تعلقات قائم کیے۔ بہ حیثیتِ معلّم آپ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے غزوۂ بدر کے قیدیوں سے یہ کہا کہ ایک قیدی ہمارے دس بچوں کو لکھنا سکھائے گا۔ بہ حیثیتِ منصف آپ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی یہ تعلیم تھی کہ قانون کے معاملے میں سب برابر ہیں۔ مشہور واقعہ ہے کہ فاطمہ نامی ایک خاتون نے چوری کی تو قریش کے بڑے لوگوں نے آپ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم سے سفارش تو اس موقع پر آپ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کا مشہور جملہ "محمد کی بیٹی فاطمہ بنت محمد بھی ہوتی تو میں انصاف کرنے سے گریز نہیں کرتا۔" آپ صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے عادل منصف ہونے کی دلیل ہے۔

مثال 1:

رحمۃ للعالمین کا مطلب ہے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا جو کہ آنحضرتؐ کو اس دنیا
میں اس لقب کے ساتھ بھیجا اللہ تعالیٰ نے۔ آنحضرتؐ دنیاوی اور آخرت کے لیے بہترین
نمونہ چھوڑ کر گئے۔ اور رہتی دنیا تک آپ کی زندگی انسانوں کے لیے مشعل راہ رہے گی۔
(1) آپ بہ حیثیت سپہ سالار ایک عظیم رہنما تھے اور دنیا کے لیے ایک مثال بھی تھے مثلاً جب
غزوہ خندق میں کھانے پینے کا سامان محدود تھا اور صحابہؓ نے پیٹ پر پتھر باندھ کر کام کیا۔ اور
آنحضرتؐ کو بھوک لگنے کے بارے میں بتایا تو آنحضرتؐ نے اپنی قمیض اٹھائی تو جہاں صحابہ کرامؓ نے ایک
ایک پتھر پیٹ پر باندھا ہوا تھا آپ نے دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔ جو کہ ایک عظیم سپہ سالار ہی کر
سکتا تھا۔ (2) بہ حیثیت سیاسی رہنما بھی آنحضرتؐ قول و فعل کے بہترین تھے۔ جیسا کہ مثلاً جب
مکہ فتح کیا گیا تو آنحضرتؐ نے صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کے لیے تعلیم کا بندوبست کرتے ہوئے
پڑھے لکھے قیدیوں سے معاہدے کے بدلے مسلمانوں کو تعلیم دلوائی۔ (3) بہ حیثیت معلم بھی آنحضرتؐ
کا کوئی ثانی نہیں آنحضرتؐ نے ساری زندگی قرآن کی طرز پر گزاری اور ہر ایک فعل
قرآن کے بتائے ہوئے نسخے کے مطابق کیا۔ اور تمام دنیا کے لیے مشعل راہ رہے اور اپنے
صحابہؓ کو ہر بات کا علم قرآن سے دیا۔ رہتی دنیا کو اپنے علم سے روشناس کروایا
جو کہ تا قیامت مددگار ثابت ہو گا۔

مثال 2:

رحمۃ للعالمین ﷺ سے مُراد تمام عالمین کے لیئے رحمت ہونا خواہ وہ چرند، پرند ہوں یا انسان ہوں.
اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ تمام تر مخلوق کے لیئے حضور اکرم ﷺ رحمت ہیں جسکے مختلف پہلوں انکی زندگی میں
نظر آتے ہیں۔ بہ حیثیت معلّم اگر دیکھا جائے تو ایک دفعہ اگر عورت حضور اکرم ﷺ کے پاس آئی کہ میرا بیٹا
شکر بہت کھاتا ہے تو حضور ﷺ نے اُس عورت کو تین دن بعد آنے کا حکم دیا. جب وہ عورت تین دن بعد اپنے
بیٹے کو لے کر آئی تو حضور ﷺ نے اسکے بیٹے کو شکر کھانے سے منع فرمایا تو عورت نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ!
آپ یہ تین دن بعد کیوں منع فرما رہے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا. "کیونکہ تین دن میں نے خود میٹھے سے پرہیز کیا."
بیان حضور ﷺ نے تعلیم وہ دی جو درست ہونے کے ساتھ ہی خود رسول نے بھی اس پر عمل کر کے دکھایا۔ بہ حیثیت منصف حضور ﷺ
سے ایک مقام پر ایک قبیلہ کی عورت کے چوری کرنے پر معافی کی سفارش کی گئی تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر
میری بیٹی فاطمہ رض بھی اسکی جگہ ہوتی تو میں اسکے ہاتھ کاٹ دیتا۔ اور ایک موقع پر جب ہندہ نے آپ ﷺ
کے سگے چچا حضرت حمزہ رض کا کلیجہ چبایا تھا تو حضور اکرم ﷺ نے انہیں سزا دیئے بغیر جانے دیا تھا.
• حضور اکرم ﷺ جنگوں میں بہ حیثیت سپہ سالار بھی نظر آتے ہیں لیکن کبھی غضبناک انداز اختیار
نہیں کیا اور ہمیشہ مسلمانوں کو تلقین کی کہ صبر سے کام لو حضور اکرم ﷺ نے کبھی بھی دشمن فوج پر حملہ
کرتے ہوئے ظالمانہ برتاؤ نہیں کیا جسکی مثال جنگ بدر، جنگ خیبر، جنگ خندق میں موجود ہے.

ناقص جوابات کی صورت میں جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

طلبہ کی قلیل تعداد نے غیر واضح جواب تحریر کیا اور پوچھے گئے رحمت کے پہلوؤں کی درست وضاحت نہیں کر سکے۔ مثلاً طلبہ نے لکھا کہ حضور صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سب کو تعلیم دیا کرتے تھے / آپ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سب کے ساتھ انصاف کیا کرتے تھے / آپ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سب سے مشورہ کرتے تھے / آپ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم لوگوں میں آسانیاں پیدا کرتے تھے / آپ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم اخلاق کا اعلیٰ پیکر تھے / آپ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے اسوۃ کی وجہ سے لوگ اسلام میں داخل ہوگئے وغیرہ۔ زیادہ تر طلبہ رحمت کے مختلف پہلوئں کی مثالیں نہیں دے سکے۔ ان نکات سے واضح ہوتا ہے کہ طلبہ میں سیرت النبی صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے متعلق مطالعہ میں کمی تھی۔

مثال:

(الف) رحمتہ للعالمین کے معنی ہیں پوری دنیا کے لیئے رحمت۔ آپؐ پوری دنیا
کے لیئے رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجے گئے۔ آپؐ ویسے تو ہر چیز میں ہر مخلوق
کے لیئے رحمت ہیں لیکن بہ حیثیتِ سیاسی راہنما وہ اپنے آپ مثال بھی تھے
آئندہ کے سیاسی راہنماؤں کے لیئے اور لوگوں کی آسانی کا بعث بھی بنے۔ آپؐ
سے جب بھی کوئی کسی معملے میں مدد مانگتا تو آپؐ بہت پیار سے اُس کی مشکل دور کرتے
اور صحیح بات کرتے کبھی کسی کو اپنی نرمی کی وجہ سے غلط کام نہیں کرنے دیا
آپؐ بہ حیثیتِ معلّم لوگوں سے انتہائی پیار سے تعلیم دیتے یا کچھ کام
سکھاتے۔ جب بھی کوئی آپؐ سے کچھ سیکھنے آتا وہ اُس کا بہت نرمی اور
شفقت کے ساتھ سکھاتے۔ آپؐ بہ حیثیتِ منصف لوگوں کے لیے
آسانی تو پیدا کرتے تھے لیکن اتنے پیار سے اور نرمی سے پیش آتے کہ لوگوں کو
خود بہ خود دینِ اسلام سے محبت ہو گئی۔ آپؐ کے اخلاق کی وجہ سے ہی
زیادہ لوگ متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ جیسے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے" بے شک تم میں نبی کریمؐ بہترین اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجے گئے"۔
(سورۃ احزاب : ۲۱)

سوال نمبر6(ب)۔

انسان دنیا میں جو اعمال کرتا ہے اس کا بدلہ اسے قیامت کے دن ملے گا۔ یہی عقیدہ انسان کو اس دنیا میں اچھے اعمال کی طرف راغب کرتا ہے۔

دیے گئے بیان کے پیشِ نظر دنیا اور آخرت کے درمیان فرق کو **تین** نکات میں بیان کیجیے۔ نیز عقیدۂ آخرت کی وضاحت میں کوئی **چار** قرآنی آیات یا احادیث کا ترجمہ تحریر کیجیے۔

بہتر جوابات کی صورت میں جو مثالیں سامنے آئیں اُن میں:

اس سوال کے دو حصے تھے ا، ایک دنیا اور آخرت میں فرق جب کہ دوسرے حصے میں آخرت سے متعلق قرآنی آیات یا احادیث کے ترجمے مطلوب تھے ۔طلبہ نے بہتر طور پر اس سوال کا جواب تحریر کیا جس سے واضح ہوتا ہے کہ طلبہ میں آخرت سے متعلق مطالعہ وسیع تھا۔مثلاً: طلبہ نے لکھا کہ دنیا کے معنی قریب کے ہیں جب کہ آخرت کے معنی دور کے ہیں / دنیا دارالامتحان ہے جبکہ آخرت دارالجزا ہے / دنیا میں انسان کسی نہ کسی صورت میں بچ سکتا ہے جب کہ آخرت میں صرف اور صرف اعمال کام آئیں گے / دنیا کی نعمتیں فانی ہیں جبکہ آخرت کی نعمتیں دائمی ہیں۔اسی طرح زیادہ تر طلبہ نے آخرت سے متعلق قرآنی آیات کے ترجم تحریر کیے۔ طلبہ نے جن آیات کے تراجم لکھے وہ کچھ اس طرح سے ہیں: ان سے کہو اللہ ہی تمہیں زندگی بخشتا ہے، پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے (البقرۃ:۲۶) اِسی زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا ہے، اِسی میں ہم تمہیں واپس لے جائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے۔(طٰہٰ ۵۵) جس طرح اُس نے تمہیں اب پیدا کیا ہے اسی طرح تم پھر پیدا کیے جاؤ گے۔(الاعراف ۲۹) کیا اِن لوگوں نے کبھی دیکھا ہی نہیں ہے کہ اللہ کس طرح خلق کی ابتدا کرتا ہے، پھر اُس کا اعادہ کرتا ہے؟ (العنکبوت ۲۹)

مثال 1 :

(ج) مسلمانوں کے عقائد میں سے ایک عقیدہ، عقیدہ آخرت بھی ہے۔ دنیا و آخرت کے درمیان مندرجہ ذیل فرق ہیں:

۱) دنیا کے لغوی معنی ہیں قریب کی چیز کے ہیں جبکہ آخرت کے لغوی معنی بعد میں آنے والی چیز کے ہیں

۲) دنیا کی تمام نعمتیں فانی ہیں، جبکہ آخرت کی تمام نعمتیں دائمی ہیں۔

۳) دنیا میں کسی نہ کسی طرح سے بچا جاسکتا ہے (مثلاً رشوت وغیرہ)، لیکن آخرت میں صرف اعمال کام آئیں گے بچنے کے لیے۔

قرآن کریم میں جگہ جگہ آخرت کا ذکر ہے، مثلاً: ۱) "اور بڑی نیکی تو یہ ہے کہ جو ایمان لائے اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر اور تمام (الہامی) کتابوں اور پیغمبروں پر" (البقرہ-۱۷۷)

۲) "اور جب تم بے جان تھے تو اس نے تمہیں جلایا، وہ تمہیں پھر مارے گا اور پھر سے جلائے گا اور تم اس کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے" (البقرہ-۲۸)

۳) قرآن کریم نے عقیدہ آخرت کے سلسلے میں منکرین کے شبہے کو بھی بیان کیا:

• "وہ کہتے ہیں کون زندہ کرے گا ان ہڈیوں کو جو بوسیدہ ہو گئی ہوں" (یٰس-۷۸)

۴) منکرین کے شبہے کا جواب قرآن کریم نے بہت اچھے سے دیا:

• کہہ دیجیے وہی زندہ کرے گا جس نے بنایا ان کو پہلی بار (یٰس-۷۹)

مثال2:

دنیا	آخرت
۱) دنیا کے معنی قریب کی چیز کے ہیں.	آخرت کے معنی بعد میں ہونے والی چیز کے ہیں
۲) دنیا کی نعمتیں ختم ہونے والی ہیں۔	آخرت میں کی نعمتیں ختم نہیں ہونگی
۳) دنیا میں ~~ہم اعمال~~ کر کسی بھی طرح سے دفع کر سکتے ہیں۔	آخرت میں صرف اعمال ہی دفعہ کریں گے۔
۴) انسان کی زندگی یہاں ختم ہونے والی ہے	انسان ہمیشہ کے لیئے زندہ رہے گا ۔

عقیدہ آخرت میں قرآن نے بہت سی جگہ آخرت میں انجام بتایا ہے۔ جو تاکہ لوگ اس پر یقین رکھ کر نیک بن جائیں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: "دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو بوئے وہی پاؤ گے" (مفہوم)

آپ ﷺ جب کفار مشرکین کو آخرت میں دوبارہ اٹھائے جانے کا اور حساب کتاب کا بتاتے تو وہ اس بات کو مزاق میں اڑا کر دیتے۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ کفار مشرکین کیسے سوال کرتے:

(سورۃ یٰس ۔ ۷۸) "اور کہتے کہ دوبارہ زندہ کیسے کریں گے جب کہ ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی۔"

جس پر قرآن نے جواب دیا: (سورۃ یٰس ۔ آیت ۷۹) "اے نبی کہہ دو کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جو جس نے انہیں پہلے زندگی دی۔ بے شک وہ ہر تخلیق کا ہر کام جانتا ہے" آپ ﷺ بھی فرماتے ہیں: "اللہ کی قسم تمہیں مرنا ہوگا جیسے تم سوتے ہو اور اٹھنا پڑے گا جیسے تم سو کر جاگتے ہو۔" ان احادیث اور قرآنی آیات سے ~~عقیدہ آخرت~~ واضح ہوتا ہے کہ آخرت ضرور آئے گی اور ہماری جزا اور سزا کا انجام ملے گا۔

ناقص جوابات کی صورت میں جو مثالیں سامنے آئیں ان میں:

طلبہ کی ایک قلیل تعداد اس سوال کا جواب بہتر طور پر نہیں دے سکی۔ دنیا اور آخرت کا فرق طلبہ نے کافی حد تک درست تحریر کیا لیکن قرآنی آیات و احادیث کو درست طور پر نہ لکھ سکے۔ وجہ اس کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آخرت سے متعلق قرآنی آیات و احادیث کا فہم نہ ہونا۔ مثلاً: طلبہ نے دنیا اور آخرت کے فرق سے متعلق لکھا کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے / دنیا کے اعمال آخرت میں کام آئیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ جب کہ قرآنی آیات احادیث کا صحیح مفہوم بھی نہیں لکھ سکے۔

مثال:

دنیا	آخرت
(i) دنیا کی زندگی کم مدت کی زندگی ہے۔	(i) آخرت کی زندگی ہمیشہ قائم رہنے والی زندگی ہے۔
(ii) قریب کی زندگی	(ii) دور کی زندگی
(iii) آخرت کی کھیتی ہے۔	(iii) اعمال کا حساب کتاب ہوگا۔

(i) "دنیا میں جو اعمال کرے گا اس کا بدلہ اس کو قیامت کے دن ملے گا"

(ii) "دنیا کی زندگی درحقیقت آخرت کی کھیتی ہے۔"

(iii) "تمہیں تمہارے اچھے اعمالوں کا اجر آخرت میں ملے گا"

<u>ختم شد</u>